نام کتاب ________ حقیقت معجزات

نام مصنف ________ ڈاکٹر قمر زمان

اشاعت اوّل ________ جون 1996ء

تعداد ________ 1000

اشاعت دوئم ________ جنوری 2002ء

تعداد ________ 1200

ترتیب

1۔	حرفِ اوّل	2
2۔	معجزات علماء کی نظر میں	5
3۔	رسالت مآب ﷺ و معجزات	7
4۔	ایمان و کفر (شعوری یا غیر شعوری)	13
5۔	معجزات (چند اعتراضات)	16
6۔	قصص الرّسل (مقصد)	20
7۔	الوھیتِ مسیح (قرآن کی نظر میں)	24
8۔	معجزاتِ مسیح (قرآن کی نظر میں)	26
	.... پیدائشِ مسیح	27
	.... سیدنا مسیح کا رفع ہونا	31
	.... رفعِ مسیح کی اصل حقیقت	35
	.... مردوں کو زندہ کرنا اور پرندوں کو تخلیق کرنا	37

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حرفِ اوّل

جہاں مذہبی پیشوائیت عقل و دلائل کی بنیاد پر کوئی چیز ثابت نہیں کرپاتی وہاں معجزات کی بناء پر ہر دیومالائی بات کو منوالیتی ہے خواہ اس میں دین کی بنیادیں ہی کیوں نہ ہل جائیں اور جس کی وجہ سے ان عقائد کو کیوں نہ تقویت ملے جو اللہ کی کتاب کے حوالے سے غلط ہوں۔ اس لئے یہ ضرورت محسوس ہوئی کہ معجزات کو قرآن کی روشنی میں سمجھا جائے۔

آج کل ایک تحریک بھی بہت کھل کر سامنے آرہی ہے اور وہ یہ کہ مسلمانوں کے عقائد کی بنیاد پر جن میں معجزات مسیح سرفہرست ہوتے ہیں' سیدنا مسیح کو تمام انبیاء ورسل پر افضل ثابت کیا جائے۔

مسلمانوں کے عقیدے کے مطابق رسالتماب محمد تو قیامت کے روز ہی اٹھیں گے جبکہ سیدنا مسیح کا قیامت سے پہلے نزول ہوگا اس لئے سیدنا مسیح کا انتظار نہ صرف عیسائی کررہے ہیں بلکہ مسلمان بھی اس لائن میں عیسائیوں کے پیچھے پیچھے ہیں' اور کیونکہ سیدنا مسیح کے متعلق جو عقائد مسلمانوں میں موجود ہیں وہ وہی ہیں جو عیسائیوں میں مروج ہیں بلکہ مسلمان تو شائد چند قدم آگے ہی ہیں اس لئے کیوں نہ مسلمان اور عیسائی ایک ہی صف میں کھڑے ہو جائیں' یعنی سیدنا مسیح کو اگر الوہیت میں شریک نہیں بھی مانتے تو کم از کم ایک انوکھا نبی تو مان ہی لینا چاہئے' اس لئے کہ ان کی پیدائش معجزانہ ان کا سیدہ مریم کی گود میں بولنا معجزانہ' اللہ کا ان کو کفار سے نجات دلانا یعنی آسمان پر لے جانا معجزانہ ان کا آسمان پر بغیر کچھ کھائے پیئے اور بغیر رفع حاجت کے رہنا معجزانہ' مسیح کا

مردوں کو زندہ کرنا معجزانہ (حالانکہ یہ خالص الوہیت کا خاصہ ہے اور قرآن میں صرف اللہ کے لئے خاص بیان کیا ہے " هو الذی یحی و یمیت " وہ اللہ ہی ہے جو حیات و موت عطا کرتا ہے۔) سیدنا مسیح کا پرندوں کو تخلیق کرنا بھی معجزانہ (گو یہ بھی الوہیت کا خاصہ ہے اس لئے کہ قرآن میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے " الله خالق کل شیئی " (اللہ ہی تمام اشیاء کا خالق ہے۔) اندھوں کو بینائی اور مبروص کو شفاء عطا کرنا بھی معجزانہ' سیدنا مسیح کا یہ بتانا کہ لوگ گھر میں کیا جمع کرتے ہیں اور کیا کھاتے ہیں معجزانہ بیان کیا گیا ہے۔

یہ بات کہ سیدنا مسیح آسمان پر اب بھی زندہ ہیں جبکہ سب انسان بمع تمام انبیاء زمین میں دفن کئے گئے سیدنا مسیح کو تمام انسانوں اور خصوصاً دیگر انبیاء و رسل سے ممیّز کرتا ہے اس لئے کہ قرآن کہتا ہے ما یستوی الاحیاء ولا الاموات "زندہ اور مردے ہرگز برابر نہیں ہوتے۔"

یہ بھی مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ قیامت سے کچھ عرصہ قبل سب سے بڑا فتنہ برپا کرنے والا دجال ظاہر ہو گا جس کو نیست و نابود کرنے اور امت کی حالت کو ٹھیک کرنے کے لئے سیدنا مسیح ہی آئیں گے تو آخر النبی کون ہوئے؟ یعنی مسلمانوں نے خود ہی رسالتماب کے خاتم النبی ہونے کو غلط قرار دے دیا۔

مسلمانوں کو ان عقائد کی بنیاد پر لاجواب کرنے کے لئے اور سیدنا مسیح کی الوہیت کو ثابت کرنے کے لئے پہلے بھی بہت سارا مواد لکھا جا چکا ہے جس کا مسلمانوں کی طرف سے تشفی بخش جواب کبھی بھی نہیں دیا جا سکا ہے لیکن حال ہی میں ایک کتابچہ بعنوان فضیلت مسیح نظر سے گزرا جو سالویشن آرمی کے ریٹائرڈ بریگیڈیر محترم برکت مسیح نے قلمبند کیا ہے اور جس کی طباعت عامر بک سنٹر 125 اتاترک بلاک نیو گارڈن ٹاؤن لاہور سے مارچ 1993ء میں ہوئی ہے۔ مسلمان علماء سے درخواست ہے کہ وہ اس کتابچے کو ضرور دیکھیں اور اگر جواب دلائل کی بنیاد پر دے سکیں تو ضرور دیں لیکن خانہ پری نہ کریں یعنی بے بنیاد جواب نہ دیں جس پر خود بھی مطمئن نہ ہوں کہ دنیا آپ کا اور آپ کے دین کا مذاق اڑائے اور اگر یہ نہ ہو سکے تو اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھ لیں کہ

آپ نے قرآن کو غلط مفاہیم دے کر اللہ کی کتاب کو کیا سے کیا بنا دیا ہے اور وہ امت جس کو امام الناس بننا تھا آج آپ کی وجہ سے کس طرح ذلیل و خوار ہو رہی ہے اور آپ کے عقائد کی وجہ سے عیسائیوں سے پچھلی صف میں کھڑی ہونے پر مجبور ہے۔

اگر جواب نہ بن پڑے اور محسوس ہو کہ آپ ہی کے عقائد کو دلیل بنا کر آپ ہی پر حجت قائم کی گئی ہے تو بہتر ہے آپ مسیحیت کا اعلان کر دیں کہ آپ خواہ منہ سے سیدنا مسیح کو الٰہ نہ کہتے ہوں لیکن آپ کے عقائد کھلم کھلا یہ بتا رہے ہیں کہ سیدنا مسیح اگر الٰہ نہ بھی سہی تو کم از کم الوہیت میں شریک تو ضرور تھے۔

سیدنا مسیح کے معجزات کے متعلق بات کرنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہ معلوم کیا جائے کہ معجزات کا عمومی تصور کیا ہے اور علماء معجزہ کسے کہتے ہیں۔

معجزات علماء کی نظر میں

تمام مذاہب میں معجزات ایک عقیدہ کی حیثیت سے جانے پہچانے جاتے ہیں۔ معجزات کی کیا حقیقت ہے؟ ان کا مقصد کیا ہے؟ کیوں کر ظہور پذیر ہوتے ہیں؟ اور معجزات کا کوئی وجود بھی ہے یا نہیں۔ آیئے دیکھتے ہیں کہ ان کے متعلق علماء کا موقف کیا ہے۔ لیکن اس سے پہلے کہ علماء کا موقف بیان کیا جائے یہ انکشاف ہی چونکا دے گا کہ جس لفظ پر اتنا زور دیا گیا ہے اور جو اللہ اور انبیاء پر ایمان لانے کا ذریعہ بتایا جاتا ہے وہی لفظ اللہ نے اپنی کتاب کے لئے پسند بھی نہ کیا۔ حالانکہ معجزہ جن اساسی حروف سے بنا ہے یعنی ع ج ز وہ عربی کے معروف حروف ہیں اور ان حروف سے عربی زبان میں بے انتہا الفاظ موجود ہیں۔ بلکہ قرآن میں ان حروف سے مشتق الفاظ مثلاً اعجاز' معاجزین' عجوز' اور معجزین جیسے الفاظ موجود ہیں۔ لفظ معجزہ بھی عربی زبان کا معروف لفظ ہے لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان مقامات کے لئے جن کا مفہوم ہمارے علماء خرق عادت بیان کرتے ہیں لفظ معجزہ کا استعمال نہیں کیا۔ اس سے ہی کچھ اندازہ ہو جانا چاہئے کہ بات وہ نہیں جو علماء سمجھتے ہیں آیئے دیکھیں کہ علماء معجزہ کسے کہتے ہیں۔

علماء کے نزدیک ہر وہ واقعہ یا حادثہ معجزہ ہے جو عام قانون کے برخلاف وقوع پذیر ہو جائے اور جسے عقل سمجھنے سے عاجز ہو۔ مثلاً آپ پتھر کو چھوڑتے ہیں تو وہ زمین کی طرف آتا ہے لیکن معجزہ یہ ہو گا کہ وہ پتھر آسمان کی طرف چلا جائے۔ آگ کا وصف جلانا ہے لیکن آگ جلانے کی بجائے آپ کے جسم کو ٹھنڈک پہنچائے تو یہ معجزہ ہو گا۔ یعنی وہ قوانین الٰہی جو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کائنات میں نافذ کئے ہیں' ان کو کسی خاص وقت میں منقطع کر کے ایسے عمل کا ظہور میں آنا جس سے انسان کی عقل دنگ رہ جائے معجزہ کہلاتا ہے۔

یعنی معجزہ کی دو خصوصیات ہیں۔

1- طبعی قوانین کو توڑنا

2- ایسے عمل یا واقعہ کا ظہور میں آنا جس سے انسانی عقل عاجز آجائے۔

آیئے دیکھتے ہیں کہ علماء کے نزدیک معجزہ کا حامل کون ہوتا ہے یعنی معجزات کسے دیئے جاتے ہیں۔

معجزہ صرف انبیاء کا خاصہ کہا جاتا ہے اور یہ غیرنبی کے ہاتھوں ظہور پذیر نہیں ہوسکتا۔ لیکن حیرت کی بات ہے کہ علماء یہ بھی کہتے ہیں کہ وہی حادثات یا واقعات جب غیرنبی کے ہاتھوں واقع ہوں تو کرامات کہلاتے ہیں۔ یعنی وہی مافوق الفطرت عمل کا ظہور میں آنا جس سے عقل دنگ رہ جائے لیکن جب نبی کے ہاتھوں واقع ہو تو معجزہ کہلاتا ہے اور اگر غیرنبی مسلمان کے ہاتھوں واقع ہو تو کرامات ---- پھر فرق کیا ہوا؟ صرف الفاظ کا ہیر پھیر۔

آپ حیران ہونگے کہ وہی مافوق الفطرت واقعہ اگر کسی مشرک یا کافر کے ہاتھوں ظہور پذیر ہو تو استدراج کہلاتا ہے۔ اب سوچنے کی بات ہے کہ اگر وہ مشرک یا کافر مسلمان ہوجائے تو اس کا وہی عمل استدراج سے نکل کر کرامت بن جائے گا۔

معجزہ کا مقصد الگ الگ بیان کیا جاتا ہے، کسی کی نظر میں یہ ایمان لانے کی دعوت میں مددگار ثابت ہوتا ہے تو کوئی اس کو نبوت کے دلائل کہتا ہے اور کوئی اس کو عذاب الٰہی سے پہلے آخری حجت۔

آیئے دیکھیں قرآن کیا کہتا ہے۔

رسالت مآب ﷺ و معجزات

سب سے پہلے تو رسالتماب کے حوالے سے دو ٹوک الفاظ میں اللہ کا اعلان سن لیجئے تاکہ ذہن صاف ہو جائے۔

"قد نعلم انہ لیحزنک الذی یقولون فانھم لا یکذبونک ولکن الظلمین بایت اللہ یجحدون ○ ولقد کذبت رسل من قبلک فصبروا علی ما کذبوا واوذوا حتی اتھم نصرنا ج ولا مبدل لکلمت اللہ ج ولقد جاء ک من نبای المرسلین ○ وان کان کبر علیک اعراضھم فان استطعت ان تبتغی نفقا فی الارض اوسلما فی السماء فتاتیھم بایۃ ط ولو شاء اللہ لجمعھم علی الھدی فلا تکونن من الجھلین ○

رسالتماب سے اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں "ہمیں خوب معلوم ہے کہ آپ کو وہ بات جو یہ کہہ رہے ہیں رنجیدہ کرتی ہے تو وہ آپ کو نہیں جھٹلاتے ہیں بلکہ یہ ظالم لوگ تو اللہ کی آیتوں کے ساتھ کٹ حجتی کرتے ہیں۔ اور آپ سے پہلے بھی رسول جھٹلائے گئے تو انہوں نے جھٹلائے جانے اور ایذا دیئے جانے پر استقامت کا مظاہرہ کیا یہاں تک کہ انہیں ہماری مدد پہنچی ' مزید یہ کہ اللہ کے اصولوں کو بدلنے والا کوئی نہیں آپ کے پاس تو رسولوں کی خبریں آ ہی چکی ہیں اگر ان کفار کا منہ پھیرنا آپ پر شاق گزرتا ہے تو اگر آپ سے ہو سکے تو زمین میں کوئی سرنگ یا آسمان میں سیڑھی تلاش کرلیں تاکہ ان کے لئے کوئی نشانی لے آئیں۔ اگر اللہ چاہتا تو انہیں ہدایت پر اکٹھا کردیتا پس آپ ہرگز جاہلوں میں سے نہ ہو جائیں۔" (الانعام 35-32 / 6)

ان آیات کی تفسیر استاد امین احسن اصلاحی نے تدبر قرآن کی جلد سوم صفحہ 46 پہ یوں فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ

"اگر ان کا ایمان نہ لانا تم پر اتنا ہی شاق گزر رہا ہے تو تم زمین کے اندر کوئی سرنگ یا آسمان میں کوئی سیڑھی تلاش کر کے ان کی طلب کے مطابق کوئی معجزہ لاسکو تو لادو۔ ہم تو معجزوں کے بل پر دلوں کے اندر ایمان اتارنے کے حق میں نہیں ہیں ہم نے تو ایمان کے لئے جو راہ پسند کی ہے وہ یہ ہے کہ لوگ اپنے کان، آنکھ، عقل و ادراک کو استعمال کریں۔ آفاق و انفس کے دلائل پر غور کریں، پیغمبر کی باتیں سنیں سوچیں اور سمجھیں اور اپنے اختیار و ارادہ سے ایمان کی راہ اختیار کریں۔ اگر جبر اور بزور لوگوں کو ہدایت پر جمع کر دینا ہوتا تو ہمارے لئے یہ کیا مشکل کام تھا۔ ہم چشم زدن میں سب کو ایمان و ہدایت کی راہ پر چلادیتے۔ تو تم ان کے ایمان کی آرزو میں اتنے جذبات سے مغلوب نہ ہو جاؤ کہ اس باب میں جو اللہ کی حکمت و سنت ہے وہ نگاہوں سے اوجھل ہو جائے۔"

انہی آیات کی تفسیر استاذ مودودی رحمتہ اللہ علیہ تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 536 پر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"بے صبری سے کام نہ لو۔ جس ڈھنگ اور جس ترتیب و تدریج سے ہم اس کام کو چلوا رہے ہیں اسی پر صبر کے ساتھ چلے جاؤ۔ معجزوں سے کام لینا ہوتا تو کیا ہم خود نہ لے سکتے تھے۔ مگر ہم جانتے ہیں کہ جس فکری و اخلاقی انقلاب اور جس مدنیت صالحہ کی تعمیر کے کام پر تم مامور کئے گئے ہو اسے کامیابی کی منزل تک پہنچانے کا صحیح راستہ یہ نہیں ہے۔ تاہم اگر لوگوں کے موجودہ جمود اور ان کے انکار کی سختی پر تم سے صبر نہیں ہوتا اور تمہیں گمان ہے کہ اس جمود کو توڑنے کے لئے کسی محسوس نشانی کا مشاہدہ کرانا ہی ضروری ہے تو خود زور لگاؤ اور تمہارا کچھ بس چلتا ہو تو زمین میں گھس کر یا آسمان پر چڑھ کر کوئی ایسا معجزہ لانے کی کوشش کرو جسے تم سمجھو کہ یہ بے یقینی کو یقین میں تبدیل کر دینے کے لئے کافی ہوگا۔ مگر ہم سے امید نہ رکھو کہ ہم تمہاری یہ خواہش پوری کریں گے کیونکہ ہماری اسکیم میں اس تدبیر کے لئے کوئی جگہ نہیں ہے۔"

سورۃ الانعام کی آیات 32 تا 35 کے ترجمہ اور وقت حاضر کے دو علماء کی تشریحات سے یہ بات سامنے آئی کہ :

1- معجزات اللہ کی سنت نہیں ہیں۔

2- معجزات ایمان لانے کا باعث نہیں بنتے ہیں۔

3- معجزات جہالت کا اظہار ہیں۔
4- پہلے رسولوں نے بھی جھٹلائے جانے اور ایذا دیئے جانے پر صبر کیا۔
رسالتماب کے حوالے سے اتنی صاف اور صریح معجزات کی نفی کے بعد کسی اور دلیل کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ لیکن مذہبی پیشوائیت نے جن واقعات کو معجزات کا رنگ دیا ہے اس کی بھی نفی ہو جائے تاکہ کوئی خلش باقی نہ رہے۔

اللہ کی سنت-------ناقابل تبدیل

آیئے اللہ کی سنت کے حوالے سے چند اور آیات پر غور کریں۔ سورۃ فاطر میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"فلن تجد لسنت الله تبديلا ج ولن تجد لسنت الله تحويلا ○
تم اللہ کی سنت میں نہ تو تبدیلی پاؤ گے اور نہ ہی اللہ کی سنت کو اپنی جگہ سے ہٹا ہوا پاؤ گے (سورۃ فاطر 43 / 35)

یعنی اللہ نے جو قوانین واصول بنا دیئے ہیں ان میں کبھی بھی نہ تو تبدیل کیے جانے کا امکان ہے اور نہ ہی مخالف نتائج کے ظہور کا امکان ہے اس لئے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نہ تو تجربات سے سیکھتا ہے اور نہ ہی اس کا علم ناقص ہے کہ وہ کرنے کے بعد پچھتائے کہ جو کچھ اس نے کیا تھا وہ غلط ہو گیا اب نئے قانون کے تحت نئی چیز ہونی چاہئے۔

سورۃ ق میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

ما يبدل القول لدی وما انا بظلام للعبيد ○ (سورۃ ق : 29 / 50)
میرے ہاں بات بدلی نہیں جاتی اس لئے کہ میں اپنے بندوں کے لئے ظالم نہیں ہوں۔"

یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ قوانین کی تبدیلی کو اپنے بندوں پر ظلم قرار دے رہے ہیں اور یہ حقیقت ہے کہ اگر اللہ اپنے قوانین بدلتا رہے تو اس کی تمام تر صفات سے یقین و اعتماد اٹھ جائے گا اس لئے کہ کچھ نہیں کہا جاسکتا کہ اگلے لمحے کون سا قانون لاگو ہو جائے۔ یہ تو انسانوں کی بادشاہی میں ہی ہوتا ہے کہ وہ تجربہ اور مفاد پرستی کی بناء پر روزانہ قانون بدلتے رہتے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ایسی کمزوریوں سے پاک ہیں نہ تو وہ

تجربے کر کر کے سیکھتے ہیں اور نہ ہی اللہ پاک کا مفاد کسی سے وابستہ ہے کہ وہ اپنے مفاد کی خاطر قوانین بدلتے ہیں۔

اب سوال اٹھتا ہے کہ پھر ہمارے مفسرین اور علماء نے جن واقعات کو معجزات بنا کر پیش کیا ہے ان کی حقیقت کیا ہے؟

ہمارے مفسرین نے جن الفاظ پر معجزات کا مفہوم چسپاں کیا ہے وہ (۱) بینات (۲) بصائر اور (۳) برھان ہیں۔

بینات کو قرآن نے جہاں بھی استعمال کیا ہے وہاں علم و حکمت دانائی اور دانش و بینش کے مفہوم میں استعمال کیا ہے۔

بصائر کو ان جگہوں پر استعمال کیا ہے جہاں عقل وبصیرت کا پہلو اجاگر کرنا ہے۔

برہان کا لفظ اس جگہ استعمال ہوا ہے جہاں دلیل طلب کی گئی ہو۔

مختصر یہ کہ ان الفاظ کا استعمال کہیں بھی غیر عقلی مجنونانہ یا مبہم چیز کیلئے نہیں ہوا۔

بینات

سورۃ الزخرف میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"ولما جاء عیسیٰ بالبینٰت قال قد جئتکم بالحکمۃ ولا بین لکم بعض الذی تختلفون فیہ، فاتقوا اللہ واطیعون○

اور جب عیسیٰ بینات لے کر آئے تو انہوں نے کہا میں تم لوگوں کے پاس حکمت لے کر آیا ہوں یعنی تم پر بعض ان باتوں کی حقیقت کھول دوں جن میں تم اختلاف کررہے ہو۔ لہٰذا تم اللہ کے قوانین سے ہم آہنگ ہو جاؤ اور میری اطاعت کرو" (سورۃ الزخرف:43/63)

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ خود سیدنا مسیح سے کہلوایا جارہا ہے کہ وہ جو بینات لے کر آئے ہیں وہ حکمت ہے۔ اور ان بینات کا مقصد بھی بیان فرمادیا کہ وہ باتیں جو یہود میں اختلاف کا باعث بن گئی تھیں ان کی حقیقت کو آشکارا کیا جائے۔

سورۃ البقرہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

ان الذین یکتمون ما انزلنا من البینات والهدی من بعد ما بینه للناس فی الکتبٰ اولئک یلعنهم اللہ و یلعنھم اللعنون○

بے شک وہ لوگ جو ہماری نازل کی ہوئی "بینت" اور ہدایت کو چھپاتے ہیں اس کے باوجود کہ ہم نے ان بینات اور ہدایات کو لوگوں کے لئے الکتاب میں بیان فرما دیا ہے۔ ایسے ہی لوگ اللہ کی عطا کردہ خوشگوار نتائج و ثمرات سے محروم رہتے ہیں اور اسی طرح انسانی دنیا میں ان قوتوں کے تعاون سے محروم ہو جاتے ہیں جو ربوبیت عالمی یعنی اللہ کے عدل و مساوات کے نظام کے لئے کوشاں ہوتے ہیں۔ (سورۃ البقرہ 159 / 2)

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنی بینات کو لوگوں کے لئے الکتاب میں بیان فرماتے ہیں۔ لیکن وہ لوگ جو اس کی معنوی تحریف کرتے ہیں اور ان بینات کو اپنے مقام سے ہٹاتے ہوئے کچھ کا کچھ بیان کرتے ہیں تو ایسے لوگوں کو نہ صرف اپنی رحمت سے محروم رکھتے ہیں بلکہ وہ لوگ بھی جو اللہ کے لئے نظام کے لئے کوشاں ہوتے ہیں ان لوگوں کو نعمتوں سے محروم کرتے ہیں۔

بصائر

دوسرا لفظ جس سے معجزہ کا مفہوم لیا گیا وہ بصائر ہے سورۃ الاعراف میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"قل انما اتبع ما یوحی الی من ربی ، ھذا بصائر من ربکم و ھدی و رحمہ لقوم یومنون○

"اے نبی آپ فرما دیجئے میں تو صرف اس کی اتباع کرتا ہوں جو میری طرف میرے رب کی جانب سے وحی کیا جاتا ہے۔ یہ تو تمہارے رب کی جانب سے "بصائر" ہیں یعنی ایمان والوں کے لئے ہدایت اور رحمت (سورۃ الاعراف 203 / 7)

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ اللہ کی آیات کو واضح طور پر بصائر ارشاد فرمایا گیا اور یہی ارشاد سورۃ الجاثیہ میں نازل ہوا ہے۔

"ھذا بصائر للناس و ھدی و رحمۃ لقوم یوقنون○

یہ آیات لوگوں کے لئے "بصائر" ہیں یعنی ہدایت اور رحمت یقین رکھنے والوں

کے لئے (سورۃ الجاثیہ 20 / 45)

لیکن یہی حقیقت جب سیدنا موسیٰ کے حوالے سے کہی جاتی ہے تو ہمارے مفسرین اس کو معجزہ پر چسپاں کردیتے ہیں۔ سورۃ بنی اسرائیل کی آیت نمبر 101 میں آیات بینات کا ذکر کرنے کے بعد آیت نمبر 102 میں الٰہی آیات بینات کو بصائر کہا گیا ملاحظہ فرمایئے سیدنا موسیٰ فرعون سے فرمارہے ہیں۔ **قال لقد علمت ما انزل ہولاء الا رب السموت والارض بصائر** "بے شک تجھے معلوم ہے کہ یہ تمام کائنات کے رب کی طرف سے ہی اتاری ہوئی "بصائر" ہیں۔

اس آیت سے پہلے تسع آیات کا ذکر ہے جسے معجزات پر چسپاں کردیا گیا ہے حالانکہ اس آیت میں لفظ بھی بصائر ہے اور اللہ کی طرف سے اتارا جانا بھی مذکور ہے جیسے اللہ کی آیات وحی کے ذریعہ اتاری جاتی ہیں اور جس طرح قرآن کی آیات کے لئے بصائر کا لفظ استعمال ہوا ہے اسی طرح ان آیات کے لئے بھی لفظ بصائر کا استعمال ہوا ہے لیکن جب سیدنا موسیٰ کے حوالے سے لفظ بصائر کا استعمال ہوتا ہے تو ان کو اللہ کی طرف سے وحی کی گئی آیات کی بجائے معجزات بیان کیا جاتا ہے۔

برھان

تیسرا لفظ برھان ہے۔ سورۃ النساء میں قرآن کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"یا ایھا الناس قد جاکم برھان من ربکم وانزلنا الیکم نورا مبینا○

اے لوگو یقیناً تمہارے پاس تمہارے رب کی جانب سے برھان آگئی یعنی ہم نے تمہاری طرف ایک نور مبین اتار دیا ہے۔ (سورۃ النساء (174 / 4)

آپؐ نے ملاحظہ فرمایا کہ برھان کس کو کہا گیا؟ صاف الفاظ میں برھان ان آیات کو کہا گیا جو اللہ کی جانب سے انسانوں کی رہنمائی کے لئے نور مبین کے طور پر رسالتماب کی طرف وحی کی گئیں۔ لیکن جب یہی لفظ سیدنا موسیٰ یا سیدنا عیسیٰ کے حوالے سے آتا ہے تو معجزہ کا مفہوم لیا جاتا ہے۔ آخر کیوں؟

ایمان و کفر
(شعوری یا غیر شعوری)

معجزات کے حوالے سے ایک سوال تو یہ ابھرتا ہے کہ اگر کسی زمانے میں معجزات کا ظہور ہوا اور جس کے نتیجے میں اس وقت کے لوگوں کا غیر شعوری رد عمل کسی عقیدہ یا عمل کی صورت میں نظر آیا تو کیا اس عقیدہ یا عمل کا اللہ کے یہاں کوئی اجر یا مواخذہ ہے یعنی کیا اس غیر شعوری عمل یا عقیدہ کی پوچھ گچھ کی جائے گی؟ اس لئے کہ قرآن تو بالکل صاف صاف بیان کرتا ہے کہ پوچھ گچھ تو صرف ان اعمال کی ہوگی جو شعوری اور سوچ سمجھ کر کیے گئے ہوں۔

دوسرا سوال یہ کہ کیا اللہ کو ایمان یا کفر یا بالجبر مقصود ہے؟ جیسے کہ آپ نے سورۃ الانعام کی آیت نمبر 35۔32 کے حوالے سے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ کسی پر جبریہ ایمان نہیں تھوپتے۔ اللہ تعالیٰ پورا موقع فراہم کرتے ہیں کہ انسان سوچ سمجھ کر شعوری طور پر ایمان لائے۔ آیئے قرآن کی دوسری آیات سے مزید دیکھتے ہیں۔ سورۃ یونس میں رسالتمآب سے مخاطب ہو کر اللہ تبارک و تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔

"ولو شاء ربک لامن من فی الارض کلھم جمیعا افانت تکرہ الناس حتی یکونوا مومنین ○

"اگر آپ کے رب کی مشیت ہوتی تو تمام زمین والے ایمان لے آئے ہوتے۔ پھر کیا آپ لوگوں پر زبردستی کریں گے کہ وہ ایمان لے آئیں۔(سورۃ یونس 99/10)

یعنی اللہ تبارک و تعالیٰ کسی پر زبردستی ایمان تھوپنے کو پسند نہیں کرتے بلکہ وہ تو یہ چاہتے ہیں کہ انسان عقل و فہم سے کام لے کر کسی نتیجے پر پہنچے۔

پھر یہ کس طرح ممکن ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ رسول کے ہاتھوں کوئی محیر العقول حادثہ وقوع پذیر کرا کے لوگوں کی عقل کو ماؤف کریں تاکہ وہ ایمان لانے پر مجبور ہو

جائیں۔ اللہ کی سنت یعنی اصول تو یہ ہے کہ وہ باطل کو بھی حق کے ذریعے ختم کرتے ہیں اور حق کو حق ثابت کرنے کے لئے اپنے کلمات یعنی دلائل استعمال کرتے ہیں۔ سورۃ الشوریٰ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"ویمح اللہ الباطل و یحق الحق بکلمتہ ؕ انہ علیم بذات الصدور ○"

اللہ باطل کو مٹاتا ہے اور حق کو اپنے کلمات کے ذریعہ حق ثابت کرتا ہے کیونکہ وہ سینوں کی باتوں کا علم رکھنے والا ہے۔ (الشوریٰ 24 / 42)

اور یہی بات سورۃ الانفال میں یوں ارشاد ہوئی۔

یرید اللہ ان یحق الحق بکلمتہ۔

اللہ چاہتا ہے کہ حق کو اپنے کلمات سے حق ثابت کرے۔ (الانعام 8 / 8)

باطل کی سرکوبی کے لئے بھی اللہ الحق ہی کو ذریعہ بناتے ہیں۔ سورۃ الانبیاء میں ارشاد ہے۔

"نقذف بالحق علی الباطل فید مغہ فاذا ھو زاھق ؕ"

"ہم باطل پر حق کی چوٹ لگاتے ہیں جو اس کا دماغ پھاڑ دیتا ہے اور وہ دیکھتے ہی دیکھتے مٹ جاتا ہے۔ (الانبیاء 18 / 21)

یعنی اللہ باطل کو الحق کے ذریعہ مٹاتا ہے اور حق کو حق ثابت کرنے کے لئے اللہ اپنے کلمات پیش کرتے ہیں جو کفر کے دماغ پر اثر انداز ہوتے ہیں۔

ذرا سوچئے کہ کسی کے دماغ پر اثر انداز ہونے کا بہترین طریقہ کیا ہو سکتا ہے؟ یعنی دلائل سے کسی کو قائل کیا جانا چاہئے یا محیر العقول حادثات دکھا کر عقل پر پردہ ڈال کر مت مارنا۔ عقلی طور پر اثر انداز ہونے والی صرف کلام اللہ کی آیات ہی ہوتی ہیں۔

ویسے بات تو واضح ہوگئی ہے لیکن قرآن پاک کی مزید آیات سے دیکھتے ہیں کہ کلمات کسے کہتے ہیں۔ اور اللہ کا کلام کسے کہا گیا ہے۔ سورۃ الانعام میں ارشاد ہے کہ اے رسول آپ اعلان کردیجئے کہ۔

"افغیر اللہ ابتغی حکما و ھو الذی انزل الیکم الکتب مفصلا ؕ والذین اتینھم الکتب یعلمون انہ منزل من ربک بالحق فلا تکونن من

المعترین ○ وتمت کلمت ربک صدقا و عدلا ۔ لا مبدل لکلمٰتہ ، وھو السمیع العلیم ○

کیا میں اللہ کے علاوہ کوئی اور فیصلہ کرنے والا تلاش کروں، حالانکہ اس نے تمہاری طرف فیصلہ کن الکتاب نازل کر دی ہے، اور جن لوگوں کو ہم نے الکتاب دی تھی وہ جانتے ہیں کہ یہ کتاب تمہارے رب ہی کی طرف سے حق کے ساتھ نازل ہوئی ہے لہٰذا تم فخر کرنے والوں میں شامل نہ ہو جانا۔ تمہارے رب کے کلمات سچائی اور انصاف کے اعتبار سے مکمل ہوئے کوئی اس کے کلمات کو بدلنے والا نہیں اور وہ سب کچھ سنتا اور جانتا ہے"۔(الانعام 115-114/ 6)

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ اللہ کے کلمات اصل میں کلام الٰہی ہی ہیں۔ خواہ وہ احکامات شرعیہ ہوں، یا مواعظ اخلاقیہ ہوں یا خوشخبری اور تنبیہات پر مبنی ہوں۔ اللہ کی کتاب منزل من اللہ یعنی اللہ ہی کی طرف سے نازل کردہ ہے۔ سورۃ الکہف میں رسالت مآب کو خطاب کر کے ارشاد کیا گیا:

"اتل ما اوحی الیک من کتاب ربک ، لا مبدل لکلمٰتہ ، ولن تجد من دونہ ملتحدا ○

"آپ اپنے رب کی کتاب کے جو آپ پر وحی کیا جاتا ہے پیچھے پیچھے چلئے۔ اس کے کلمات کا بدلنے والا کوئی نہیں اور اس کے کلام کے علاوہ کوئی پناہ گاہ نہ پاؤ گے"۔ (الکہف 22/ 18)

ماحاصل

(1) اللہ تعالیٰ کسی پر جبریہ ایمان نہیں تھوپتے بلکہ موقعہ فراہم کرتے ہیں کہ عقل و شعور کے ذریعہ انسان کسی نتیجے پر پہنچ کر ایمان قبول کرے۔(99/ 10)

(2) اللہ کا یہ اصول ہے کہ وہ باطل کی سرکوبی کے لئے الحق یعنی کلمات کو استعمال فرماتے ہیں۔(8/ 8،82-81/ 10)

(3) اللہ کے کلمات اللہ کی کتاب ہیں۔(115-114/ 6)

معجزات

(چند اعتراضات)

معجزات کے حوالے سے اگر یہ فرض کر بھی لیا جائے کہ رسالت ماب سے پہلے رسولوں کو معجزات دیئے گئے تو آپ کے ذہن میں فوراً چند سوال ابھریں گے کہ

(1) رسالت ماب کو معجزہ نہ دے کر امتیازی سلوک کیوں کیا گیا؟

(2) اس انقطاع کی وجہ کیا ہے؟ اللہ کی سنت تو کبھی تبدیل نہیں ہوتی۔

(3) جس قوم کو معجزہ دکھایا گیا وہ تو اس پر گواہ بن گئے' لیکن بعد کے لوگوں کے لئے وہ ایک قصہ ہے۔ اس لئے بعد کے آنے والے لوگوں کی ایمانی کیفیت میں اگر کمی واقع ہو تو وہ یہ کہنے میں حق بجانب ہوں گے کہ کیونکہ ان کے سامنے معجزہ رونما نہ ہوا تھا اس لئے ان کے لئے رعایت ہونی چاہیے۔

(4) نبیوں کے زمانے میں تو نبی خود موجود ہوتے ہیں اور ان کی شخصیت بذات خود ایک گواہی ہوتی ہے' اگر نبی کی موجودگی میں معجزات ضروری ہیں تو ان کے جانے کے بعد تو معجزات کی اور بھی زیادہ ضرورت ہے۔

آیئے ان تمام سوالات کے جواب قرآن سے پوچھتے ہیں۔ سورۃ الاحقاف میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"قل ما کنت بدعا من الرسل"

فرما دیجئے کہ میں رسولوں میں کوئی نرالا رسول تو نہیں ہوں۔ (الاحقاف 9 ' 46)

یعنی رسالت ماب دوسرے رسولوں سے مختلف رسول نہ تھے۔ یعنی رسالت ماب کے ساتھ وہی کچھ ہوا ہے جو پہلے رسولوں کے ساتھ ہوا۔"

سورۃ حم السجدہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"ما یقال لک الا ما قد قیلا للرسل من قبلک"

"آپ سے بھی وہی باتیں کہی جاتی ہیں جو آپ سے پہلے رسولوں سے کہی گئیں"
(حم السجدہ 41/43)
یعنی رسالت مآب کسی طرح بھی پہلے بھیجے گئے رسولوں سے مختلف نہیں اس لئے یہ سوچ ہی غلط ہے کہ پہلے رسولوں کو تو معجزات دیئے گئے اور انہوں نے دین معجزات کے زور پر پھیلایا اور یہ کہ ان کی نبوت کی تصدیق معجزات کے ذریعہ ہوئی۔ سورۃ الحجر کی آیات 15-10 میں اس عقیدہ کے قطعیت کے ساتھ نفی ہے کہ رسالت مآب سے پہلوں کو معجزات دیئے گئے تھے۔

ولقد ارسلنا من قبلک فی شیع الاولین ○ وما یاتیهم من رسول الا کانوا به یستهزءون ○ کذلک نسلکه فی قلوب المجرمین ○ لا یومنون به وقد خلت سنه الاولین ○ ولو فتحنا علیهم بابا من السماء فظلوا فیه یعرجون ○ لقالوا انما سکرت ابصارنا بل نحن قوم مسحورون○

"اے نبی ہم تم سے پہلے گزری ہوئی قوموں میں بھی رسول بھیج چکے ہیں۔ اور کبھی ایسا نہیں ہوا کہ ان کے پاس کوئی رسول آیا ہو اور انہوں نے اس کا مذاق نہ اڑایا ہو۔ مجرمین کے دلوں میں تو ہم انکار کی روش کو اسی طرح چلتا ہوا پاتے ہیں کہ وہ اس پر ایمان نہیں لایا کرتے۔ قدیم زمانے سے اس قماش کے لوگوں کا یہی طریقہ چلا آرہا ہے۔ اگر ہم ان پر آسمان کا کوئی دروازہ بھی کھول دیتے اور وہ اس میں چڑھنے بھی لگتے تو بھی وہ یہی کہتے کہ ہماری آنکھوں کو دھوکا ہوا ہے۔ بلکہ ہم پر جادو کر دیا گیا ہے"۔ (سورۃ الحجر 15/10-15)

اس سے زیادہ صاف اور صریح الفاظ میں کسی بھی مافوق الفطرت واقعہ کی نفی اور کیا ہو سکتی ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ پرانی قوموں کے حوالے سے بتا رہے ہیں کہ پرانے لوگوں کا رویہ بھی یہی تھا۔ تمام مجرم لوگوں کی نفسیات ایک ہی ہوتی ہے خواہ قوم جدید ہو یا قدیم کہ وہ دلائل اور براہین الٰہی کا جواب استہزاء سے دیتے ہیں ان کا مذاق اڑاتے ہیں۔ آج بھی دیکھ لیجئے اگر آپ صرف قرآن کی بات کریں گے تو آپ کو پاگل سمجھ کر

آپ کا بالکل ویسے ہی مذاق اڑایا جائے گا جیسے ان لوگوں کا اڑایا گیا جنہوں نے ہمیشہ اللہ کے کلام کی حاکمیت کا علم اٹھایا-) اور مافوق الفطرت واقعات کا مطالبہ کرتے ہیں لیکن یہ سب ان کی کٹ حجتی کی علامات ہیں- یہ ایمان نہیں لایا کرتے خواہ ان کے سامنے آسمان میں بھی دروازہ کھول دیا جائے اور یہ خود اس میں چڑھ بھی جائیں بلکہ اس وقت بھی یہ بہانہ سازی کریں گے کہ ہماری نظر بندی کر دی گئی تھی یا ہم پر جادو کر دیا گیا تھا- اور حقیقت بھی یہی ہے کہ معجزات بیان کرنے والے جو کچھ بیان کرتے ہیں ان واقعات کو کوئی بھی یہ کہہ کر رد کر سکتا ہے کہ یہ شعبدہ بازی ہے- ایک عام آدمی بھی محیر العقول کام کر کے دکھاتا ہے اور ایک اللہ کا بندہ بھی وہی کام کرتا ہے ہمارے اور آپ کے پاس کون سا پیمانہ ہے کہ ہم کسی عام آدمی کے محیر العقول واقعہ کو جھوٹا کہیں اور اللہ کے بندے کے محیر العقول واقعہ کو سچا کہہ سکیں-

آیئے آپ کو سوچنے اور غور کرنے کے لئے ایک نکتہ فراہم کرتے ہیں-

اللہ تبارک و تعالیٰ رسولوں کی زندگی کو اسوہ بیان فرماتے ہیں اور پیروی کے لئے بہترین نمونہ اور اسی اساس پر دین کو قائم کرنے کا ہم سے مطالبہ کرتے ہیں- لیکن عجیب بات ہے کہ معجزات سے محروم رکھتے ہیں- یعنی اسوۂ رسول کی مکمل پیروی کا مطالبہ لیکن جس کی اساس پر دین کا قیام ہوا اسی سے ہم کو محروم کیا جا رہا ہے- ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ اگر دین کا قیام یا ایمانیات کی تصدیق معجزات کے ذریعہ ہوئی ہے تو ہر مسلمان کے ہاتھوں معجزات رونما ہونے چاہئیں تاکہ ہر مسلمان دین کی دعوت کے بعد حجت قائم کرنے کے لئے کوئی معجزہ دکھاتا تاکہ رسول کا اسوہ مکمل ترین شکل میں رونما ہوتا-

غور کیجئے کہ وہ انبیاء جن کے دل ایمان و یقین سے معمور ہیں وہ تو دین معجزات کے ذریعہ پھیلا رہے ہیں یا اپنی نبوت معجزات کے ذریعہ تسلیم کروا رہے ہیں لیکن اللہ مسلمانوں سے ' جن کی کیفیت ہرگز وہ نہیں ہوتی جو رسولوں کی ہوتی ہے ' مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ بغیر محیر العقول معجزات کے دین کو پھیلائیں بلکہ دین کو پھیلانے کے لئے ہاتھ میں صرف اللہ کی کتاب ہو-

ذ ہاں ہمارے ہاتھ میں صرف اور صرف اللہ کی کتاب ہی ہونی چاہئے اس لئے کہ

رسالت مآب سے بھی یہی اعلان کروایا جارہا ہے کہ کہہ دیجئے۔

"**هذه سبيلي ادعوا الى الله نف على بصيرة انا و من اتبعني، و سبحن الله وما انا من المشركين ○**"

یہی میرا راستہ ہے' میں اسی کے ذریعہ اللہ کی طرف علی وجہ البصیرت دعوت دیتا ہوں اور وہ لوگ بھی جو میری اتباع کرتے ہیں اسی کے ذریعہ علی وجہ البصیرت دعوت الی اللہ کا کام کرتے رہیں گے۔ اللہ تمام تر کمزوریوں سے پاک ہے اور میں مشرکوں میں سے نہیں۔ (یوسف 108 / 12)

ماحاصل

اللہ کی کتاب ہی اصل دین کو پھیلانے کا ذریعہ ہے اور صرف رسالت مآب ہی نہیں بلکہ دوسرے انبیاء کرام بھی دین کے پھیلانے کے لئے اللہ کے کلام کو ہی لے کر اٹھے اور ہم کو اس بات پر فخر ہونا چاہئے کہ ہمارے ہاتھوں میں اللہ کا وہ کلام موجود ہے' جس کو رسالت مآب نے نہ صرف اپنا راستہ بنایا ہے بلکہ اسی کی دعوت کو اپنا اور اپنے اتباع کرنے والوں کے لئے لازم قرار دیا ہے۔

قصص الرسل

(مقصد)

اللہ تبارک و تعالٰی نے قرآن میں رسولوں کے قصوں کو یوں ہی نہیں بیان کیا ہے' یا بقول ان لوگوں کے جو قرآن پر تنقید کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس میں تو رسولوں کے قصے بائبل سے نقل کردیئے گئے ہیں اور وہ بھی نامکمل۔ یعنی نقل بھی کی تو وہ بھی ناقص۔ اور یہی موقف ہمارے علماء کا بھی ہے خواہ وہ زبانی اس کا اعتراف نہ کریں لیکن جس انداز میں وہ قصہ الرسون بیان کرتے ہیں اس میں اور بائبل کے بیان میں سرمو کوئی فرق نہیں ہوتا۔ حالانکہ قرآن نے قصہ الرسل بیان کرنے کی جو غرض و غایت بیان کی ہے اس کی اساس پر حقائق کچھ اور ہی نظر آتے ہیں۔ سورۃ الھود میں ارشاد باری تعالٰی ہے۔

"وکلا نقص علیک من انباء الرسل ما نثبت به فوادک ، وجاءک فی ھذہ الحق و موعظه و ذکری للمومنین ○"

"جو کچھ ہم آپ کو رسولوں کی خبروں سے سناتے ہیں وہ اس لئے کہ آپ کے دل کو ثبیت حاصل ہو' اور آپ کے پاس الحق آگیا ہے جو مومنوں کے لئے موعظت اور یاد دہانی ہے"۔(سورۃ الھود 120 / 11)

یعنی سورۃ الھود کی اس آیت کریمہ کے تحت ہر رسول کا قصہ رسالت ماب کے لئے اطمینان و سکون کا باعث ہونا چاہئے تھا۔ جبکہ ایمان والوں کے لئے مزید واعظ و نصیحت کا سبب بنتا۔ اب سوچئے کہ معجزات سے ہمیں کیا واعظ و نصیحت ملتی ہے۔

یعنی اگر کوئی رسول کا قصہ ہمارے لئے دلی اطمینان اور وعظ و نصیحت یا یاد دہانی کا باعث نہیں بنتا تو وہ اللہ کا بیان کردہ قصہ نہیں ہے بلکہ قرآن کے منہ میں بائبل کے مقصد کو زبردستی ڈالا گیا ہے۔ اسی طرح سورۃ النمل میں ارشاد باری تعالٰی ہے۔

"ان ھذا القرآن یقص علی بنی اسرائیل اکثر الذی ھم فیہ یختلفون ٥"

بے شک یہ قرآن بنی اسرائیل سے وہ بیان کرتا ہے جن میں یہ اکثر اختلاف کرتے ہیں۔ (النمل 76/27)

یعنی یہ قرآن بنی اسرائیل کے قصوں کے صرف وہ حصے بیان کرتا ہے جس میں یہ لوگ اکثر اختلاف کرتے ہیں۔ اب اگر ہمارے علماء بجائے اس کے کہ ان اختلافات کو واضح کریں جن میں اہل کتاب اکثر اختلاف میں پڑے ہوئے ہیں وہ بھی بنی اسرائیل کے وہی قصے دہراتے رہیں جو بائبل کی زینت ہیں تو فرق کیا ہوا؟ قرآن کا دعوی تو ہے کہ یہ تو وہ کچھ بیان کرتا ہے جس میں بنی اسرائیل نے اختلاف کیا ہوا ہے۔ یعنی قرآن ان غلط بیانات کو صحیح کرنے آیا تھا نہ کہ انہی قصوں کو دہرانے یعنی قرآن کا دعوی ہے کہ اس کا بیان بائبل کے بیان سے قطعاً مطابقت نہیں رکھتا۔ لیکن اگر ہم بھی قرآن کے اس دعوے کی نفی کرتے ہوئے قرآن کے بیان کردہ قصوں کو بائبل کا ہی رنگ دے دیں تو لوگوں کا یہ کہنا کہ یہ تو اساطیر الاولین یعنی گزرے ہوئے لوگوں کی لکھی ہوئی کہانیاں ہیں' صحیح ہو جاتا ہے۔ اصل بات یہی ہے کہ ہم نے قرآن کو بائبل کی زبان دے دی ہے اور تمام تر وہی قصے اسی انداز میں جو بائبل میں بیان ہوئے ہیں قرآن کے نام سے بیان کر دیئے ہیں۔ سورۃ ھود کی آیت نمبر 120 کے مطابق رسولوں کے قصوں کے دو مقاصد ہیں

(1) پہلا بنیادی مقصد رسالت ماب کی تثبیت قلب ہے تاکہ ان پر یہ بات واضح ہو کہ نفاذ دین کے عمل میں کیا کیا مشکلات درپیش ہوتی ہیں۔ جس طرح گزرے ہوئے انبیاء و رسل نے مشکلات کا سامنا استقامت سے کیا اسی طرح رسالت ماب کو بھی انہی مراحل سے گزرنا ہے۔

دعوت و تبلیغ کے مراحل کیا ہونگے اور اس کے نتیجے میں افراد کس طرح تیار ہونگے یہ چند لوگ کس طرح ظلم و تشدد کا نشانہ بنیں گے لیکن آخر کار یہی چند لوگ کفار کے ظلم سے نجات حاصل کرنے میں کیونکر کامیاب ہونگے اور جماعت کی شکل اختیار

کریں گے اس جماعت کی تربیت کے مراحل کیا ہونگے اس جماعت کی قوت فرعونیوں کے لئے عصاء موسیٰ کا کام کریگی یعنی اشداء علی الکفار ہوں گے لیکن جب یہی جماعت باہمی محبت یعنی رحماء بینھم کی تصویر پیش کرے گی تو موسیٰ کا ید بیضی ہوگی۔ اور آخر کار ایک ریاست کا قیام عمل میں آئے گا۔

ریاست کے نظام کے کیا اصول ہوں گے ان اصولوں کی بنیاد پر کس طرح ایک نظام تشکیل پائے گا اور یہ ریاست بین الاقوامی سطح پر کس طرح نمونہ بن کر ابھرے گی جس میں ہر طرح کا امن و خوش حالی ہوگی تاکہ دوسری اقوام عالم کو انہی اصولوں کی دعوت دی جاسکے اور وہ خود اپنی سر کی آنکھوں سے مشاہدہ کرسکیں کہ اگر وہ بھی یہ اصول اپنالیں تو ان کے لئے کیا فوائد ہیں

(2) دوسرا بنیادی مقصد ان قصوں میں سے ان بے بنیاد دیومالائی رنگ کو دور کرنا تھا جو تمام تر قصوں کی زینت بن گئے ہیں تا۔ بے پر کی نہ اڑائی جائے اور شیخ چلی کے ہوائی محل تعمیر کرنے کی بجائے حقیقت کی آنکھ سے ایک بااصول' عملی زندگی گزارنے کا عقلی اور منطقی لائحہ عمل ملے۔ جو موعظت و نصیحت کا باعث بنے۔

لیکن ہمارے علماء اور مفسرین نے ان اصولوں کو بالائے طاق رکھ کر وہی دیومالائیت کو سینے سے لگالیا۔ اور قرآن کے بیان کردہ قصوں کو وہی رنگ پھر سے دے دیا جس کی قرآن نے نفی کی تھی۔

اس لئے قرآن سے بنی اسرائیل کے تاریخی واقعات سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ وہ تشبیہات جو قرآن نے استعمال کی ہیں خوب غور سے سمجھی جائیں تاکہ ہر قصے کی تہہ تک پہنچا جاسکے۔

مثلاً سیدنا مسیح کے حوالے سے مذہبی پیشوائیت کی نفی اور اس کا توڑ اور سیدنا مسیح کے متعلق الوہیت کے تصور کا انکار ہے اس لئے تمام تر دلائل انہی کے گرد گھومیں گے جب کہ سیدنا موسیٰ کے قصے میں جاگیردارانہ اور سرمایہ دارانہ نظام کی نفی ہے۔ اور اس نظام سے کس طرح نجات حاصل کی جاتی ہے اس کے لئے ہدایات ملتی ہیں سیدنا سلیمان اور سیدنا داؤد کے قصے میں سلطنت کے اصول بیان کئے گئے ہیں اور سیدنا یوسف

کے قصے میں ربوبیت عالمینی کے حوالے سے بات ہوئی ہے سیدنا شعیب کے حوالے سے معیشت کی برائیوں کو اجاگر کیا گیا ہے اور سیدنا لوط کے حوالے سے فواحش کے انجام کو بیان کیا ہے اور سیدنا صالح کے حوالے سے جماعت کا بیان ہے۔

اور سیدنا ابراہیم کے قصے میں شرک کا ہر پہلو سے انکار اور توحید کا جملہ پہلوؤں سے اثبات ہے مختصر یہ کہ ان تمام قصوں میں کوئی نہ کوئی مقصدیت ہے اور عملی جدوجہد نظر آتی ہے

سورۃ المائدہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ یوم الحساب کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ جس دن سب لوگ جمع کئے جائیں گے اور سیدنا مسیح بمع اپنی قوم کے حاضر ہونگے تو ان سے پوچھا جائے گا۔

آانت قلت للناس اتخذونی و امی الھین من دونی اللہ قال سبحنک مایکون لی ان اقول مالیس لی بحق ان کنت قلتہ فقد علمتہ تعلم مافی نفسی ولا اعلم مافی نفسک انک انت علام الغیوب ۔ما قلت لھم الا ما امرتنی بہ ان اعبدو اللہ ربی وربکم ۔وکنت علیھم شھیدا ما دمت فیھم ۔فلما تو فیتنی کنت انت الرقیب علیھم ط وانت علی کلی شیئی شھید۔

''اے عیسیٰ کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ خدا کے ساتھ مجھے اور میری ماں کو بھی الہ بنالو؟ تو وہ جواب میں عرض کریں گے ''سبحان اللہ'' میرا یہ کام نہ تھا کہ وہ بات کہتا جس کے کہنے کا مجھے حق نہ تھا۔ اگر میں نے ایسی بات کہی ہوتی تو آپ کو ضرور علم ہوتا۔ آپ جانتے ہیں جو کچھ میرے دل میں ہے اور میں نہیں جانتا جو کچھ آپ کے دل میں ہے۔ آپ تو ساری پوشیدہ حقیقتوں کے جاننے والے ہیں۔ میں نے تو ان سے وہی کچھ کہا تھا جس کا آپ نے حکم دیا تھا اور وہ یہ کہ اللہ کی بندگی کرو جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے۔ میں تو اسی وقت تک ان کا نگران تھا جب تک کہ میں ان کے درمیان موجود تھا۔ جب آپ نے مجھے وفات دی تو آپ ان پر نگران تھے اور آپ تو ہر چیز پر گواہ ہیں (المائدہ:117-5/116)

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ اللہ کے پوچھنے پر کہ اے عیسیٰ جو تمہاری قوم نے عقیدہ تثلیث بنالیا تھا تو کیا تم نے اس کی تعلیم دی تھی؟ سیدنا مسیح ان تمام باتوں سے اپنے آپ کو بری الذمہ قرار دے رہے ہیں۔ اور ایسی تمام باتوں سے لاعلمی کا اظہار کر رہے ہیں۔

اب سوال اٹھتا ہے کہ اگر سیدنا مسیح کا رفع آسمانی ہوا ہو اور قیامت سے پہلے سیدنا مسیح آئیں تو کس طرح ممکن ہے کہ سیدنا مسیح ان تمام عقائد سے جو مسیحیت میں ان کے اور انکی والدہ کے متعلق رائج ہیں

لاعلم رہیں گے۔

ہمارے علماء تو سیدنا مسیح کے نزول کا مقصد ہی یہ بتاتے ہیں کہ وہ آ کر مسیحیت کے غلط عقائد کو صحیح کریں گے۔لیکن ان آیات سے تو معلوم ہورہا ہے کہ قیامت تک سیدنا مسیح کو ان عقائد کا علم نہ ہوگا۔

ان آیات سے ہماری مذہبی پیشوائیت کے اس دعوے کی نفی بھی ہو جاتی ہے جو سیدنا مسیح کے متعلق کیا جاتا ہے کہ سیدنا مسیح کے آنے کے بعد تمام اہل کتاب اسلام لے آئیں گے اور دنیا میں صرف اسلام ہی اسلام ہوگا اس لیے کہ اگر ایسا ہوتا تو سیدنا مسیح سے اللہ تبارک وتعالیٰ اول تو یہ سوال ہی نہیں کرتے کہ کیا تم نے میرے ساتھ اپنے آپ کو اور اپنی ماں کو الہ بنالیا تھا کیونکہ سیدنا مسیح تو غلط عقائد کو صحیح کر چکے ہوں گے اور بلفرض محال اگر اللہ نے یہ سوال کر بھی لیا تو جواب تو یہ ہونا چاہیے کہ جناب میں نے اپنی قوم کو ہی نہیں بلکہ دنیا کو بھی اس عقیدے سے پاک کر دیا تھا۔

اس کے علاوہ اس عقیدہ کی نفی آل عمران کی آیت نمبر 55 سے بھی ہوتی ہے

جہاں ارشاد ربانی ہے۔

”جاعل الذين اتبعوك فوق الذين كفرو الى يوم القيامه“

”ان لوگوں کو جو تمہاری اتباع کریں گے کفار پر قیامت تک فوقیت دوں گا“

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ قیامت تک کفار موجود رہیں گے اس لئے آمد مسیح کا جو مقصد بیان کیا جاتا ہے کہ وہ آ کر کفر کو ختم کریں گے اور قیامت تک اسلام ہی اسلام ہو جائے گا۔اس آیت کی وجہ سے غلط ہوگیا کیونکہ اس آیت میں واضح طور پر قیامت تک کفر موجود رہنے کی خبر ہے۔

رفع مسیح کی اصل حقیقت

جیساکہ شروع میں عرض کیا کہ سیدنا مسیح کے تمام تر قصے میں الوہیت مسیح کا خصوصی طور پر اور مسیحیت کے مروجہ عقائد کا عمومی طور پر انکار ہے اور مسیح کا ارفع ہونا بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ بائبل کی کتاب استثناء میں مذکور ہے۔

"اگر کسی شخص نے واجب الموت جرم کیا ہو اور اسے قتل کیا گیا ہو اور وہ دار پر لٹکایا گیا ہو تو اس کی لاش دار پر رات کو نہ رہے۔ بلکہ اسی دن اس کو دفن کر۔ کیونکہ جو لٹکایا گیا وہ خدا کی طرف سے ملعون ہے" (استثناء 21/22-23)

بائبل کے اس بیان کے مطابق ہر وہ شخص جو کسی جرم کی وجہ سے بطور سزا قتل کی موت یا صلیب کی موت دیا گیا ہو ملعون ہے

بائبل کے اس بیان کے مطابق یہودی یہ کہتے ہیں کہ کیونکہ سیدنا مسیح صلیب پر قتل ہوئے ہیں اس لئے ملعون ہیں۔

یہودیوں کی اس دلیل کا انکار مسیحیت کے بس میں نہیں کیونکہ وہ خود بھی اس کا انکار نہیں کرتے کہ مسیح کی موت صلیب پر نہیں ہوئی۔ وہ جو کچھ کرتے ہیں وہ یہ کہ سیدنا مسیح کو قبر سے تیسرے دن زندہ ہو کر اٹھنے کے عقیدے کو مانتے ہیں تاکہ سیدنا مسیح کو مافوق الانسان ثابت کیا جائے اور صلیب کی لعنتی موت کو کفارہ کی شکل دی جائے اور صلیب کے حادثے کے کچھ عرصے بعد رفع کو ثابت کیا جائے۔

یہ عقیدہ عقیدتمندوں کے لئے تو قابل قبول ہو لیکن بائبل کے حکم کے خلاف ہے اس لئے کہ جو کوئی بھی صلیب کی موت مرا یا قتل کیا گیا وہ ملعون ہے۔

یہ صرف قرآن ہی کا اعجاز ہے کہ قرآن نے ان دونوں الزامات سے سیدنا مسیح کو بری قرار دیا ہے۔ یعنی سیدنا مسیح کو نہ صرف ملعون ہونے سے بری قرار دیا ہے بلکہ علی الاعلان ان کو رفیع الدرجات قرار دیا ہے۔ قرآن نے مسیحیت کے ہی الفاظ یعنی مرفوع ہونے کو انہی پر چسپاں کیا ہے کہ ہاں واقعی مسیح مرفوع ہوا اس لئے کہ نہ اسے قتل کے ذریعے موت آئی اور نہ ہی صلیب کے ذریعے موت دی گئی۔ البتہ مرفوع کس طرح ہوا

وہ قرآن نے سیدنا مسیح کے درجات بیان کر کے بتا دیا قرآن ان دونوں یعنی یہود و نصاریٰ کے عقائد کی حتمی طور پر نفی کرتے ہوئے کیا کچھ بیان کرتا ہے آپ خود دیکھ لیجئے۔ سورۃ النساء میں ارشاد ربانی ہے۔

بل طبع الله عليها بكفرهم فلا يومنون الا قليلا ○ وبكفرهم وقولهم على مريم بهتانا عظيما○ وقولهم انا قتلنا المسيح عيسى ابن مريم رسول الله وماقتلوة وما صلبوة ولكن شبه لهم ، وان الذين اختلفو فيه لفى شك منه مالهم به من علم الا اتباع الظن ، وما قتلوة يقينا○ بل رفعه الله اليه ، وكان الله عزيزا حكيما○

"بسبب اس زبردست بہتان طرازی کے جو انہوں نے مریم پر وارد کی اور ان کے اس قول کے سبب کہ یقیناً ہم نے المسیح عیسیٰ ابن مریم جو اللہ کا رسول تھا قتل کیا یہ لوگ کم ہی ایمان لائیں گے۔ لیکن انہوں نے نہ تو اسے قتل کیا اور نہ ہی صلیبی موت دی بلکہ ایک دوسرے کے لئے شبہ پیدا کرتے رہے۔ بے شک جو لوگ اس معاملے میں اختلاف کرتے ہیں وہ شک میں ہیں ان کے لئے کوئی علمی بنیاد نہیں ہے بلکہ ان کے لئے صرف ایک گمان کی پیروی ہی ہے۔

مزید یہ کہ انہوں نے اس کو ہرگز ہرگز قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے اس کو اپنی طرف رفعت بخشی ہے اور اللہ بربناء حکمت غالب ہے" النساء 158-155 / 4

یہاں بڑے صاف الفاظ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے سیدنا مسیح کے متعلق کسی قتل کئے جانے یا صلیب پر موت آنے کی نفی کی ہے جو اس بات پر دلالت کر رہی ہے کہ جو عقیدہ سیدنا مسیح کے متعلق یہودیت اور مسیحیت میں رائج ہے اور جس کا منطقی نتیجہ ایک جلیل القدر رسول پر ملعون ہونے کی تہمت لگانا ہے غلط ہے۔ اس عقیدہ کے برعکس قرآن سیدنا مسیح کو مرفوع الی اللہ بتاتا ہے۔ نہ کہ مرفوع الی السماء۔

آپ کے لئے ایک حوالہ پیش کردیتے ہیں جو آپ کو چونکا ضرور دے گا اور وہ یہ کہ قرآن میں رفع کا لفظ صرف سیدنا مسیح ہی کے لئے نہیں استعمال ہوا ہے بلکہ سیدنا ادریس کے لئے بھی استعمال ہوا ہے۔ سورۃ مریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"واذكر فی الكتب ادريس انه كان صديقا نبيا○ ورفعنه مكانا عليا○

الکتاب میں ادریس کا ذکر بھی کیجئے۔ یقیناً وہ ایک نبی صادق تھا۔ مزید یہ کہ ہم نے اس کو ایک عالی مکان کی طرف رفع کیا" (المریم 19/56-57)

اس آیت میں لفظ رفع بھی ہے اور مکاناً علیا۔ یعنی نہ صرف رفع کرنے کا ذکر ہے بلکہ عالی مکان کی طرف لے جانے کا بھی اعلان ہے لیکن سیدنا ادریس کے لئے کسی رفع آسمانی کا عقیدہ قبول عام نہیں بلکہ سیدنا ادریس کو مرفوع الدرجات ہی مانتے ہیں۔

سورۃ النساء کی اگلی آیت میں اہل کتاب کے اپنے اپنے عقیدے پر موت واقع ہونے کو بطور گواہی اللہ نے یوں بیان فرمایا کہ "اہل کتاب میں سے ہر شخص اپنی موت سے پہلے سیدنا مسیح کے متعلق اپنے عقیدہ کی ہی تصدیق کرتا ہے اور یہی عقیدہ ان پر بطور گواہی قیامت کے روز پیش کیا جائے گا۔ لیکن کیونکہ سیدنا مسیح کے آمد ثانی کے عقیدے نے ہماری مت ماری ہوئی ہے اس لئے اس آیت کی توجیہات بھی الگ الگ کرنی پڑتی ہیں۔

اب آیئے سیدنا مسیح سے منسوب دوسرے عقائد و معجزات کا تجزیہ بھی کرکے دیکھ لیتے ہیں کہ ان کی کیا حقیقت ہے۔

مردوں کو زندہ کرنا اور پرندوں کو تخلیق کرنا

ان دو معجزات کے متعلق تو صرف دو آیات ہی کافی ہیں۔

(1) "هو الذی يحی و يميت" (23/80)

وہ اللہ ہی ہے جو زندگی اور موت کے اسباب فراہم کرتا ہے۔"

(2) الله خالق كل شی ،هو علی كل شی وكيل" (39/62)

اللہ ہر چیز کا خالق ہے اور وہی ہر چیز کا کارساز ہے۔"

قرآن نے اللہ کی ان صفات کو جگہ جگہ اجاگر کیا ہے۔ قرآن کا ایک عام قاری بھی یہ جانتا ہے کہ صفت تخلیق اور موت و حیات اللہ کی صفات خاصہ ہیں۔ اتنی صاف اور

صریح آیات کی موجودگی میں کس طرح ہمارے اسلاف اور علماء نے یہ جرات کی کہ ایک غیرالٰہی ذات سے اس قسم کی صفات کو جو صرف الوہیت کا خاصہ ہیں منسوب کیا؟ اور اللہ کی ذات سے ذرا بھی ذرہ خوف محسوس نہ کیا۔

تخلیق اور موت وحیات کی صفات کو ایک انسانی ذات سے جو فانی و محتاج ہے کس طرح منسوب کیا جاسکتا ہے؟ اس قسم کے عقائد رکھنے کے باوجود ہم اپنے آپ کو مسیحی کہلانے پر کیونکر اعتراض کرسکتے ہیں؟ اگر ہمارے عقائد قرآن کی آیات کے منافی ہیں اور مسیحیت سے مطابقت رکھتے ہیں تو ہم منہ سے خواہ کتنا ہی انکار کریں کہ ہم عیسائی نہیں لیکن یہ حقیقت ہے کہ ہم عقائد کے لحاظ سے عیسائی ہیں اور سیدنا مسیح کو الٰہی صفات میں شریک کرتے ہیں۔

آیئے ان آیات پر بھی غور کریں جن آیات کے ذریعے سیدنا مسیح کو صفات الٰہی کا شریک ٹھہرایا جاتا ہے۔

ویعلمه الکتب والحکمه والتورىة والانجیل ○ ورسولا الی بنی اسرائیل ۙ انی قد جئتکم بایه من ربکم ۙ انی اخلق لکم من الطین کهیئه الطیر فانفخ فیه فیکون طیرا باذن الله وابری الاکمه والابرص واحی الموتی باذن الله ۚ وانبئکم بما تاکلون وما تدخرون ۙ فی بیوتکم ۚ ان فی ذلک لایه لکم ان کنتم مومنین ○ ومصدقا لما بین یدی من التورته ولاحل لکم بعض الذی حرم علیکم وجئتکم بایه من ربکم ۛ فاتقوا الله واطیعون ○ ان الله ربی وربکم فاعبدوه ۗ هذا صراط مستقیم○

"وہ (مسیح) لوگوں کو الکتاب اور حکمت یعنی توراۃ اور انجیل کی تعلیم دے گا مزید یہ کہ بنی اسرائیل کی طرف رسول ہوگا۔ وہ کہے گا "بلاشبہ میں تمہارے رب کی طرف سے تمہارے لئے ایک ہی آیت لے کر آیا ہوں اور وہ یہ کہ میں تمہارے لئے مٹی سے مانند پرندے تخلیق کروں گا کہ جب جب میں اس میں پھونکوں گا تو وہ اللہ کے اذن سے پرند جیسا ہوگا اور میں اندھوں اور کوڑھیوں کو بری قرار دوں گا اور اللہ کے اذن سے

مردوں کو زندگی دوں گا اور تم کو بتاؤں گا کہ تم گھروں میں کیا کھاؤ اور کس کی فرمانبرداری اختیار کرو۔ بے شک اگر تم ایمان والے ہو تو اس چیز میں تمہارے لئے ایک ہی آیت ہے اور پورا کروں گا اس کو جو توراۃ میں مجھ سے آگے آیا اور حلال قرار دوں گا اس کو جو تم پر حرام کیا گیا اور میں تمہارے رب کے پاس سے ایک ہی آیت لے کر آیا ہوں پس اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور میری اطاعت کرو۔ یقیناً میرا اور تمہارا رب اللہ ہی ہے پس اس کی بندگی اختیار کرو یہی راستہ استقامت کا ہے ○ (آل عمران (3/48-51

ان آیات میں چند اہم نکات ہیں۔

(1) سیدنا مسیح کا مقصد الکتاب اور الحکمت کی تعلیم تھی۔

(2) سیدنا مسیح بنی اسرائیل کی طرف بھیجے گئے تھے اور صرف بنی اسرائیل کے لئے ہی نہیں تھے۔

(3) سیدنا مسیح آتے ہیں تو فرماتے ہیں میں تمہارے لئے صرف ایک ہی آیت لے کر آیا ہوں۔

اگر آیت بمعنی معجزہ لئے جائیں تو سیدنا مسیح سے توکئی معجزات منسوب ہیں۔ اس لئے یہ اکیلا معجزہ کون سا ہے جس کی طرف اس آیت میں اشارہ ہے۔ آیئے دیکھتے ہیں اس آیت کے تحت سیدنا مسیح کیا کیا کام سرانجام دیں گے۔

(i) مٹی سے مانند پرند تخلیق کریں گے۔

(ii) اندھوں اور کوڑھیوں کو بری قرار دیں گے۔

(iii) مردوں کو زندگی دیں گے۔

(iv) لوگوں کو بتائیں گے کہ وہ گھر میں کیا کھائیں اور کس کی اطاعت کریں۔

آیئے اب ایک ایک کر کے سب کا تجزیہ کرتے ہیں۔

(1) پہلی بات تو یہ ہے کہ شروع اور آخیر میں تمام تر واقعات کو ایک ہی آیت کہہ کر یہ واضح کیا گیا کہ اعلانیہ ایک حکم ہے اور اس حکم کے تحت سیدنا مسیح نے کچھ کام کرنے ہیں۔ یہاں آیت بمعنی حکم ہے۔

(2) دوسری بات سیدنا مسیح کے لئے حکم کی جزیات میں پہلا کام پرند کی مانند تخلیق کرنا ہے۔ لفظ "کھیۃ الطیر" استعمال ہوا ہے۔ اس میں "ک" حرف تشبیہ ہے۔ اردو میں بھی جب کسی کی بہادری کے لئے تشبیہ دینی ہوتی ہے تو کہتے ہیں "وہ تو شیر کی مانند ہوگیا" اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہوتا کہ اس کی شکل شیر کی بن جاتی ہے۔ تشبیہ میں دیکھنا ہوتا ہے کہ کس کو کس کے لئے تشبیہ دی جارہی ہے یعنی وہ صفت جو دونوں میں مشترک ہو اصلاً تشبیہ کا مقصد ہوتا ہے۔

سیدنا مسیح کے منصب میں یہ شامل تھا کہ وہ قوم جو پستی کے انتہائی درجہ پر پہنچی ہوئی تھی اس کو آسمان کی بلندیوں پر مانند طیور لے جائیں۔

اور یہی مقصد مردوں کو زندہ کرنے کا ہے کہ وہ قوم جو بالکل مردہ ہوگئی تھی اس کو زندہ کرنا ہوگا۔

(3) تیسری چیز اندھوں اور کوڑھیوں کو بری قرار دینا تھا۔ یہاں ہمارے علماء نے "ابری" کا ترجمہ شفاء یا علاج کیا ہے۔ حالانکہ لفظ بذات خود بتا رہا ہے کہ یہ کسی الزام سے بری کرنے کا ذکر ہے۔ ابری کے معنی ہیں "میں بری قرار دوں گا"

آئیے دیکھتے ہیں کہ وہ کون سے الزامات تھے جو اندھوں اور کوڑھیوں پر لگے ہوئے ہیں جس سے سیدنا مسیح نے ایسے لوگوں کو بری قرار دیا ہے۔

بائبل کی کتاب احبار 21/16-21 میں مذکور ہے "اور خدا نے موسیٰ سے کلام کرکے فرمایا "ہارون سے کہہ دے کہ تیری نسل میں پشت در پشت اگر کوئی کسی طرح کا عیب رکھتا ہو تو وہ اپنے خدا کی غذا گزارنے کو نزدیک نہ آئے۔ خواہ کوئی ہو جس میں عیب ہو وہ نزدیک نہ آئے' خواہ وہ اندھا ہو یا لنگڑا یا نکچپٹا ہو یا زائد الاعضاء' یا اس کا پاؤں ٹوٹا ہو یا ہاتھ ٹوٹا ہو یا وہ کبڑا ہو یا بونا ہو یا اس کی آنکھ میں کچھ نقص ہو یا کھجلی بھرا ہو یا اس کے پپڑیاں ہوں یا اس کے خصئے پچکے ہوں۔ ہارون کاہن کی نسل میں سے کوئی جو عیب دار ہو خداوند کی آتشیں قربانیاں گزارنے کو نزدیک نہ آئے۔ وہ عیب دار ہے وہ ہرگز اپنے خدا کی غذا گزارنے کو پاس نہ آئے۔"

اسی طرح کوڑھیوں کے متعلق بھی بائبل کی کتاب احبار 46-45: 13 میں مذکور ہے "اور جو کوڑھی اس بلا میں مبتلا ہو اس کے کپڑے پھٹے اور اس کے سر کے بال بکھرے رہیں اور وہ اپنے اوپر کے ہونٹ کو ڈھانکے اور چلا چلا کر کہے ناپاک ناپاک۔ جتنے دنوں تک وہ اس بلا میں مبتلا رہے وہ ناپاک رہے گا اور وہ ہے بھی ناپاک۔ پس وہ اکیلا رہا کرے۔ اس کا مکان لشکر گاہ کے باہر ہو"

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ اللہ پاک نے قرآن پاک میں لفظ ابری کیوں استعمال کیا ہے حالانکہ علاج اور شفاء دونوں ہی عربی کے الفاظ ہیں لیکن یہ الفاظ اسی وجہ سے استعمال نہیں ہوئے کہ اصلاً تو ان لوگوں کو یہودیوں کے بے بنیاد الزامات سے آزاد کرنا تھا نہ کہ ان کا علاج۔

(4) چوتھی بات تو اتنی سادہ تھی کہ کسی بھی شخص کو مقصد رسالت کا معلوم ہو تو وہ خود سمجھ سکتا تھا۔ سیدنا مسیح نے لوگوں کو بتانا تھا کہ وہ گھروں میں بھی کیا کھائیں اور کس کے مطیع بن کر رہیں۔ یعنی اگر باہر کھانے کے لئے حلال و حرام کا تمیز کرتے ہیں تو گھر کے اندر بھی وہی تمیز رکھنی ہوگی۔ اسی طرح اگر گھر کے باہر الہ واحد کی اطاعت کا اعلان کرتے ہیں تو گھر کے اندر بھی جہاں ان کو کوئی نہیں دیکھتا اطاعت صرف الہ واحد ہی کی کرنی چاہئے۔ یہی وہ باتیں تھیں جن کے لئے سیدنا مسیح نے کہا کہ میں تم کو بتاؤں کہ تم گھر کے اندر کیا کھاؤ اور کس کی اطاعت اختیار کرو۔

باذن اللہ

ویسے تو ان آیات کے حوالے سے بات واضح ہو چکی ہے لیکن کچھ لوگ اب بھی کہیں گے کہ ان آیات میں سیدنا مسیح نے تمام مافوق الفطرت کرشمے خود نہیں کئے بلکہ اللہ کے اذن سے کئے ہیں۔ آیئے دیکھتے ہیں کہ اللہ کا اذن کیا وہی معنی رکھتا ہے جس طرح بادشاہ کا حکم ہوتا ہے کہ کسی کو کسی بات کی اجازت دے دی اور کسی کو کسی بات سے روک دیا۔ نہ قانون کی پروہ نہ اصول کا لحاظ۔

سورۃ الاعراف کی آیت نمبر 58 میں ارشاد ربانی ہے۔

"والبلد الطیب یخرج نباتہ باذن ربہ"

"اور صحت مند زمین اپنی نباتات اللہ کے اذن سے نکالتی ہے"

یہاں اگر تھوڑا سا بھی غور کریں تو اللہ کے اذن کی سمجھ آجائے گی اللہ کے اذن سے مراد اگر اجازت لی جائے تو کیا زمین کو ہر لمحہ اجازت ملتی ہے یا یہ کہ زمین کسی اللہ کے قانون کے تحت اپنی نباتات کا اخراج کرتی ہے۔ اللہ کا اذن بمعنی اس کا اعلان کردہ قانون ہے اذن کے معنی ہوتے ہیں اعلان۔ اسی مادہ سے اذان بھی مشتق ہے یعنی وہ اعلان جو لوگوں کو بلانے کے لئے کیا جائے۔ اسی طرح اللہ کا اذن وہ اعلانات ہیں جو اس نے کائنات میں قوانین کی شکل میں جاری و ساری کئے ہوئے ہیں۔

اور سیدنا مسیح نے بھی تمام کام اللہ کے اذن یعنی اللہ کے قوانین کے مطابق ہی کئے ہیں۔

آیئے اب ہمارے علماء کے آخری عقیدہ کی طرف یعنی سیدنا مسیح کا گود میں بولنا اور شیر خوارگی میں نبوت کا عطا کیا جانا۔

سورۃ مریم کی آیات 27 اور 28 میں قوم یہود کا اس وقت کا اعتراض مذکور ہے جب سیدہ مریم سیدنا عیسی کے ساتھ آئیں تھیں۔ یہاں آیت نمبر 27 میں لفظ "تحملہ" آیا ہے جس کا ترجمہ کیا گیا گود میں اٹھائے ہوئے۔ حالانکہ یہی لفظ سورۃ التوبہ کی آیت نمبر 92 میں بھی استعمال ہوا ہے جہاں کسی ترجمے کو بھی اٹھا کر دیکھ لیں تو معلوم ہوگا کہ اسی لفظ کا ترجمہ سواری کیا گیا ہے۔ اس لئے صرف ایک لفظ کے ترجمے کے صحیح یا غلط ہونے سے ہی بہت کچھ واضح ہو جاتا ہے۔

سورۃ مریم کی آیت نمبر 27 میں سیدہ مریم پر قوم یہود نے سیدنا عیسی کے حوالے سے اعتراض وارد کیا ہے اور سیدنا مسیح کے لئے لفظ "فریا" استعمال کیا ہے جس کا مادہ "ف ری" اور جس کے معنی ہیں "جھوٹ" لیکن ہمارے تمام تر ترجموں نے "فریا" کا ترجمہ عجیب چیز یا بری چیز کیا ہے حالانکہ اصلاً یہاں یہودی مذہبی پیشوائیت نے سیدنا مسیح کے اعتراضات سے تنگ آکر سیدہ مریم سے شکایت کی ہے کہ تم کس جھوٹ کو اٹھا لائی ہو جو ہماری پیشوائیت کی پول کھولے جا رہا ہے اور ہماری بنیادیں ہلا رہا ہے۔ اس کے جواب میں سیدہ مریم نے سیدنا مسیح کی طرف اشارہ کیا کہ جس کے متعلق تم

اعتراض کر رہے ہو بہتر ہے اسی سے پوچھ لو۔ جس پر یہودی مذہبی پیشواؤں کا جواب قابل غور ہے۔ انہوں نے اپنی مذہبی قدو قامت سے مرعوب کرنا چاہا اور کہا۔

"کیف نکلم من کان فی المهد صبیا"

ہم کیونکر اس سے بات کریں جو مھد میں لڑکا تھا"

یہاں ایک بات تو یہ غور طلب ہے کہ لفظ "**کان**" ماضی ہے یعنی جو کل تک تھا۔

دوسرا لفظ "**مهد**" ہے جس کے بنیادی معنی ہیں ہموار کرنا' نرم بنانا۔ جس سے یہ پنگوڑھا یا گود کے معنی میں لیا گیا۔ اور اللہ کو 51/48 میں ماھد کہا گیا جس نے زمین کو ہموار کر کے فرش بنایا۔ اور انسانوں کے حوالے سے 30/48 میں آسائشوں کے لئے استعمال ہوا۔ **مهد** کا لفظ بھی اسی لئے استعمال کیا گیا کہ وہ جو **مهد** میں رہ سکتا ہے کس طرح الہ ہو سکتا ہے۔ یعنی وہ الہ کیسا جو تدریجی عمل کے ذریعے بچپن سے جوانی تک کے مدارج طے کرتا ہے۔

تیسرا لفظ ہے "**صبیا**" جس کا مادہ ہے "ص ب و" جس کے معنی اگر عمر کے لحاظ سے لئے جائیں تو لڑکپن کی عمر کے بعد کی عمر کو کہیں گے اس لئے قرآن نے اسی سورۃ کی آیت نمبر 12 میں سیدنا یحیی کے حوالے سے بتا دیا کہ اللہ نے یحیی کو **صبیا** کی عمر میں نہ صرف **الکتاب** دی تھی بلکہ "**الحکم**" یعنی قوت بھی دی تھی۔

اس آیت سے جو حاصل ہوا وہ یہ کہ یہود نے سیدہ مریم کو سیدنا مسیح کے متعلق جواب میں کہا کہ "**ہم کیسے اس سے بات کریں جو کل کا لڑکا ہے**"

جس پر سیدنا مسیح کا اعلان ہی سب کچھ واضح کر دیتا ہے۔ آیت نمبر 30 سے 33 تک ان کا اعلان مذکور ہے۔ سیدنا مسیح یہود کے اس مذاق کا کس شاندار انداز سے جواب دیتے ہیں کہ جس کو تم کل کا لڑکا سمجھتے ہو اس کا مقام دیکھو کیا ہے۔ سیدنا مسیح فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے تو یہ جان لو "میں اللہ کا بندہ ہوں۔ **مجھے الکتاب بھی دی گئی ہے** اور مجھے نبوت پر فائز بھی کیا جا چکا ہے۔ میں جہاں کہیں بھی ہوں گا مبارک ہوں گا اور **مجھے الصلواۃ اور الزکواۃ** کا حکم ہوا ہے جب تک کہ میں زندہ ہوں۔ اور میں اپنی ماں کے لئے فرمانبردار ہوں اور ہرگز جابر یا شقی القلب نہیں۔ مجھ پر اس روز بھی سلامتی تھی

جب میں پیدا ہوا اور جس دن میں مروں گا اور جس روز میں اٹھایا جاؤں گا"۔

ان آیات میں سب سے پہلے تو اپنے بندے ہونے کا اقرار ہے جو سیدنا مسیح کے قصے میں بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔

دوم یہ اعلان کے جس کو تم کل کا لڑکا سمجھ کر بات کرنا بھی پسند نہیں کرتے اس کو الکتاب اور نبوت مل چکی ہے۔ اور اس بندے کے لئے جب تک وہ زندہ ہے اللہ نے الصلواۃ اور الزکواۃ کے احکامات بھی صادر کردئے ہیں۔

آیت نمبر 32 میں سیدنا مسیح کو ایک اور الزام سے بری کیا گیا ہے۔ جو متی کی انجیل میں مذکور ہے۔ ملاحظہ فرمایئے۔

"جب وہ بھیڑ سے یہ کہہ رہا تھا اس کی ماں اور بھائی باہر کھڑے تھے اور اس سے بات کرنا چاہتے تھے۔ کسی نے اس سے کہا دیکھو تیری ماں اور تیرے بھائی باہر کھڑے ہیں اور تجھ سے بات کرنا چاہتے ہیں۔ اس نے خبر دینے والے کو جواب میں کہا کون ہے میری ماں اور کون ہیں میرے بھائی؟ اور اپنے شاگردوں کی طرف ہاتھ بڑھا کر کہا دیکھو میری ماں اور میرے بھائی یہ ہیں کیونکہ جو کوئی میرے آسمانی باپ کی مرضی پر چلے وہی میرا بھائی اور میری بہن اور ماں ہے"۔ (انجیل متی 50-46 / 12)

انجیل متی کے اس حوالے سے اندازہ کریئے کہ سیدہ مریم کا سیدنا مسیح کے دل میں کیا مقام ہے۔ اور وہ اپنی ماں کی کتنی عزت کررہے ہیں۔ دوسرا یہ کہ سیدہ مریم ان لوگوں کے اجتماع میں شامل نہیں ہیں جن کو سیدنا مسیح نے ان لوگوں سے تعبیر کیا جو آسمانی باپ کی مرضی پر چلتے ہیں۔

اس کے برعکس سورۃ مریم میں سیدنا مسیح کے منہ سے کہلوایا گیا کہ "میں تو اپنی ماں کا فرمانبردار ہوں۔ اور جابر یا شقی القلب ہرگز نہیں"۔

اور المائدہ کی آیت نمبر 75 میں سیدہ مریم کو صدیقہ کہا گیا اور انجیل متی سے جو سیدہ مریم کے متعلق غلط فہمی پیدا ہوتی ہے اس کی صدیقہ کہہ کر تلافی کی گئی۔

آپ کے سامنے تمام حوالے موجود ہیں آپ خود سوچ سکتے ہیں کہ ایک طرف تو قرآن سیدنا مسیح کی الوہیت یا الوہیت میں شریک ہونے کی قطعیت کے ساتھ نفی کرے

دوسری طرف خود ہی ایسے بیانات دے جس سے کم سے کم الفاظ میں یہ کہا جاسکے کہ وہ انسان ہونے کے باوجود صفات الٰہی میں شریک تھے کس طرح ممکن ہے؟

آیئے مزید اطمینان کے لئے قرآن کے دوسرے مقامات کا بھی مطالعہ کریں۔ سورۃ انبیاء میں رسالت مآب سے پہلے گزرے ہوئے لوگوں کے متعلق اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتے ہیں۔

"وما جعلنا لبشر من قبلک الخلد افائن مت فهم الخالدون"

(الانبیاء 21/34)

آپ سے پہلے ہم نے کسی بشر کے لئے ہمیشہ کی زندگی نہیں بنائی پھر اگر آپ مر گئے تو کیا وہ زندہ رہیں گے"

یعنی اگر رسالت مآب کو موت آسکتی ہے تو تمام تر انسانوں کو جس میں سیدنا مسیح بھی شریک ہیں لازماً موت آئی ہے۔

سورۃ الانبیاء ہی کی آیت نمبر 8 میں رسالت مآب سے پہلے گزرے ہوئے انبیاء کرام کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"وما جعلنهم جسدا لا یاکلون الطعام وما کانو خلدین"

ہم نے آپ سے پہلے گزرے ہوئے انبیاء میں سے کسی کا بھی جسم اس طرح کا نہیں بنایا کہ وہ کھانا نہ کھاتے ہوں یا وہ ہمیشہ کی زندگی گزاریں" (الانبیاء 21/8)

معجزات مسیح کے حوالے سے مضمون مکمل نہ ہوگا اگر کہ سیدنا مسیح کے حواریوں کا بیان نہ نقل کیا جائے۔ سورۃ مائدہ میں سیدنا مسیح کے اصحاب جن کو قرآن حواریوں کہتا ہے آخری وقت میں "مائدۃ من السماء" کا آسمان سے دسترخوان اتارنے کا مطالبہ کرتے ہیں اور فرماتے ہیں

"قالوا نرید ان ناکل منها وتطمئن قلوبنا ونعلم ان قد صدقتنا ونکون علیها من الشهدین ۝

"حواریوں نے کہا کہ ہم چاہتے ہیں کہ اس میں سے کھائیں تاکہ ہمارے دل مطمئن ہوں اور ہم جان لیں کہ تم نے ہم سے سچ کہا اور ہم اس پر گواہ رہیں"

یہ ہے وہ ترجمہ جو مترجمین سورۃ المائدہ کی آیت نمبر113 کا کرتے ہیں اگر غور کریں تو یہ ترجمہ ان تمام تر معجزات کی نفی کر رہا ہے جو سیدنا مسیح سے منسوب کیے جاتے ہیں اس لئے کہ "مائدۃ من السماء" آسمان سے کھانے کا دسترخوان اترنے کا معجزہ یقیناً مردے کو زندہ کرنے' پرندوں کی تخلیق پنگھوڑے میں بولنے وغیرہ سے کہیں کم درجہ کا ہے اور دوسرے یہ کہ اگر یہ معجزات حواریوں کے لئے اطمینان کا باعث نہ بن سکے تو پھر دوسروں کے لئے کس طرح اطمینان کا باعث ہو سکتے ہیں۔

اس آیت میں حواریوں نے ربوبیت عالمینی کا مطالبہ کیا ہے اس لئے لفظ دسترخوان استعمال ہوا ہے اور آیت کا مفہوم یہ ہے کہ اب اگر ممکن ہو سکے تو الٰہی اقدار کے تحت ایک ایسا نظام بھی قائم ہو جائے جس میں " مائدۃ من السماء " یعنی ربوبیت رب پوری شان سے نظر آئے تاکہ ہمارے دل بھی مطمئن ہوں کہ واقعی ہم کچھ کام کر گئے ہیں اور شہادۃ علی الناس کا فریضہ بھی مکمل ہو جائے۔

حقائق آپ کے سامنے ہیں۔ ارادہ و اختیار آپ کے ہاتھ میں ہے۔ سوچئے اور شعوری فیصلہ کیجئے کہ کیا وہ عقائد جو مکمل مسیحیت کی تصدیق کرتے ہیں اور جو اسلاف کے نام پر آپ کے ذہنوں پر مسلط کر دیئے گئے ہیں صحیح ہیں یا وہ عقائد صحیح ہیں جو قرآن نے اپنے اصولوں پر بیان کئے ہیں اور جس میں تمام تر مروجہ مسیحیت کے غلط عقائد کی نفی ہے۔